بسم اللہ الرحمن الرحیم

History of Astronomy

کیا چاندوسورج گہن کی پیش گوئیاں اور علمِ فلکیات ایک نئی تحقیق ہے جو اسلام کی آمد کے بعد اب ظاہر ہوئی ہے؟

(**نظرِ ثانی شدہ**؛ فلکیات وہیئت کی پانچ ہزار سال سے زیادہ عرصہ کی تاریخ)

نحمده و نصلی علیٰ رسوله الکریم و علیٰ آله و صحبه اجمعین و من تبعه الیٰ یوم الدین اما بعد .فقد قال الله تعالی فی الفرقان الحمید الشمس و القمر بحسبان و النجم و الشجر یسجدان(الرحمٰن) لا لشمس ینبغی لها ان تدرک القمر و لا الّیل سابق النهار و کل فی فلک یسبحون (یٰس)

چاندوسورج گہن کی پیش گوئیاں اور علمِ فلکیات ایک نیا تجربہ نہیں کہ یہ اسلام کی آمد کے بعد اب ظاہر ہوئیں بلکہ نہ صرف اسلام بلکہ دینِ موسوی سے بھی پہلے سے اور پچھلے پانچ ہزار سالہ دور اور حضرت ادریسؑ کو اللہ کی طرف سے عطاء کردہ مگر دینِ اسلام میں دوسرے ساقط شدہ احکامات اور علمِ جادو کی طرح یہ بھی شرعاً ساقط و مردود علم ہے؟ گہن کی پیش گوئیوں کا تعلّق نیا نہیں بلکہ یہ تو اسلا کی آمد سے اور دینِ مسیحؑ سے بھی پہلے سے ہے اور جب اسلام کا ورود ہوا تو آپ ﷺ نے ایسی تمام پیش گوئیوں پر ایمان لانے اور عمل کرنے سے نہ صرف منع کیا بلکہ ان کی شرعی حیثیت کا رد فرمادیا اور اہلِ کتاب جو ایسے فلکی حساب اور اس کی پیشگوئیوں کو اپنے دین میں ۳۵۸ء سے داخل کئے ہوئے تھے ان پر عمل کرنے سے روکتے ہوئے مسلمانوں کو متنبّہ کیا کہ خبردار غیروں کی نقل نہ کرنا ورنہ وہ بھی انہی میں شمار ہوں گے، تفصیل آگے آرہی ہے۔

یہ وہی فلکیاتی حسابات ہیں جن کو دلیل بنا کر اسلام کے اہم رکن ''شرعی شہادت'' کو رد کرکے کہا جاتا ہے کہ آج امکانِ رویت نہیں ہے کیسے چاند دیکھ لیا! اور یہی وہ حسابات ہیں جن سے سرزمینِ حرمین شریفین سعودی عربیہ و دیگر جگہوں میں دیکھے جانے والی چاند رات اور اس کے شرعی ثبوت کو رد کرنے کی جسارت کی جاتی ہے اور کہا جاتا ہے کہ آج شام تو امکانِ رویت نہیں تھا تو چاند کیسے دِکھائی دیا؟ یہ سب غلط ہے لہٰذا سعودی عربیہ پر عمل کرنے والوں کے روزے اور تراویح (نعوباللہ) اداء نہ ہوئے! مگر دوسری طرف مفتیانِ کرام کہتے ہیں کہ اِن فلکی حسابات کی تھیوریوں سے نہ تو چاند ثابت ہوگا اور نہ ہی رد ہوگا اور نہ ہی ان سے اعانت ہی لے سکتے ہیں کہ چلو کل امکانِ رویت ہے تو کل چاند دیکھیں گے آج نہیں! نہیں نہیں یہ تو کھلم کھلا نصوص میں زیادتی ہے جس پر ایمان رکھنا کفر کا ارتکاب کرنا ہے!

فلکیاتی حسابات وگھن کے حوالہ سے ملاحظہ ھو :۔ آج سے تقریباً ۲۶۶۰ برس پہلے سے (یعنی آپ ﷺ اور اسلام سے بھی پہلے) گہن کی پیش گوئیاں کی جاتی رہی ہیں جس کی تفصیل آگے ملاحظہ فرمائیں گے۔

یونانی بت پرست فلسفی (Meton(431bc کے میٹو نِک حساب کی نیومون تھیوری کے مفروضہ فلکی حسابات کو (ماقبل اسلام) یہودی حضرات ۳۵۸ء سے اپنی مذہبی قمری تاریخوں کے لئے استعمال کرتے چلے آرہے ہیں اور بعد میں عیسائیوں نے بھی اپنی مذہبی تاریخوں کے لئے اس پر عمل شروع کردیا! جب آپ ﷺ تشریف لائے اور اسلام کا ورود ہوا تو آپ ﷺ نے قرآنی آیت **یسئلونک عن الاھلة** (البقرہ) اور حدیثِ امی سے ان حسابات کو اسلامی چاند کی تاریخ کے لئے استعمال کرنے سے منع فرمادیا اور صحابہ وخلفائے راشدین اور تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین نے بھی ای پر عمل جاری رکھا مگر پہلی صدی ہجری کے بعد عباسی خلفاء نے ایرانیوں سے متاثر ہوکر پرانی غیر عربی و یونانی کتب کے عربی میں تراجم کروائے اور ان سے پچھلے فلسفیوں کے حالات اور ان کی فکر ونظر خاص کر نیومون تھیوری کے حسابات سے اوجاگر ہوئی تو یہ بحثیں عام ہونے لگیں جو آج نہ صرف ماہرین بلکہ نامی علمائے دین کی طرف سے انکارِ عملِ رسول ﷺ وانکارِ فرمانِ رسول وحدیث اور عملِ صحابہ وتابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین کی حد تک پہونچ چکیں اور جن کی زبان وقلم سے رسول ﷺ اور آپ کے فرامین وعمل کے ساتھ ساتھ آپ کے صحابہ وتابعین کے عمل کی تائید وتاکید کی تبلیغ کی جاتی افسوس صد افسوس وہ اسلام ہی کا نام لیکر اور آپ ﷺ پر تہمت باندھے باطل کی زبان وقلم اور ان کے ہاتھ پیر بنے میدان میں آپ ﷺ کے مقابل موجود ہیں جبکہ فقہاء ومفتیانِ کرام ہلالی فلکیات کا رد کرتے ہوئے ''تائیداً واعانۃً'' بھی انہیں استعمال کرنے کے ناجائز ہونے کی تبلیغ وفتاویٰ جاری کرکے امت کو رسول ﷺ کے راستہ پر گامزن کرنے کی کوششوں میں ہمہ تن مصروف ہیں۔

آپ ﷺ فرماتے ہیں؛ **عن بن عمر قال لیس منا من تشبہ بغیرنا لا تشبھوا بالیھود ولا بالنصاریٰ** (ترمذی) ابن عمرؓ سے مروی ہے آپ ﷺ نے فرمایا ؛وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے جو غیروں کے مذہب کی نقل کرے (ترمذی شریف) اھ۔ مسلمانوں کو چاہیئے کہ وہ ہرگز خاص کر ثبوتِ ہلال کے مسئلہ میں یہود ونصاریٰ کی نقل نہ کریں

He is not one of us who imitates other thenus . Do not imitate the Jews orchirstains (Tirmidhi).

نیز آپ ﷺ نے فرمایا : **من تشبّہ بقوم فھو منھم** (احمد،ابوداؤد،ابن ماجہ) "Who ever imitates a people, he is on of them

جس نے جس قوم کے طریقے اختیار کئے وہ انہی میں سے ہے ۔

نبی کریم ﷺ نے نبوّت کی زمہ داری پوری فرمادی یہی وجہ تھی کہ آپ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر صحابہؓ سے سوال پر سب نے بیک آواز جواب دیا تھا کہ آپ نے دین ہمیں پہونچا دیا جس پر آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ اے اللہ تو گواہ رہ کہ میں نے دین کے احکامات پورے پہونچادئے۔ اگر فلکیاتی حسابات دینی احکامات کے لئے بنیاد وتراز و ہوتے تو اللہ تعالیٰ سے کوئی بعید نہ تھا کہ وہ اپنے حبیب ﷺ پر وحی کے ذریعہ قرآن واحادیث میں اس کے احکامات بھی بیان فرمادیتے کہ ''فلکیاتی امکانِ رویت نہ ہوتو چاند کی گواہی مردود ہوگی اور نمازوں کے اوقات کے لئے کوئی حد،فلکیاتی حساب وڈگری کے ضمن میں متعیّن کرکے بتلادیتے جبکہ مدینہ منورّہ کے یہود خود انہی حسابات پر اپنی مذہبی تقریبات اور پہلے چاند کے لئے عمل کرتے تھے،سکھنے سکھانے کا مسئلہ بھی نہ تھا کہ مدینہ کے یہود اور شامی عیسائی فرقہ ان علوم کے جاننے والے تھے مگر چونکہ یہ حسابات غیر قطعی وغیر شرعی تھے ،آپ ﷺ پر اس کی وحی نازل ہونے کے بجائے اس کے رد میں وحی کا نزول ہوا جیسے کہ بیان ہوا۔ اس لئے یہ کہنا کہ جس دن گہن ہو اس دن چاند نہیں دِکھائی دے سکتا اس کی شرعاً کوئی حیثیت نہیں اگر گواہ

شرعاً گواہی دیتا ہے کہ میں نے چاند دیکھا تو یہ شرعاً قابلِ قبول ہوگا اگر یہی بات ہوتی تو آپ ﷺ اس کا حکم بھی بیان فرما دیتے کہ جس دن چاند سورج گہن ہو اس دن کی چاند کی گواہی کا اعتبار نہیں! جبکہ آپ کی موجودگی میں چاند کے گرہن ہوئے مگر کبھی آپ ﷺ نے چاند گہن کے حوالہ سے رویتِ ہلال کی شہادت کی عدمِ قبولیت اور دین کے پورے کے پورے نازل ہونے میں اس بات کا کہیں ذکر نہیں۔

لہٰذا مسلمانوں کو چاہیئے کہ جس طرح ہم اللہ تعالیٰ اور آپ ﷺ پر غائبانہ ایمان لائے کہ آپ اللہ کے نبی ہیں (جیسے صحابہ کرامؓ اگرچہ آپ ﷺ کی حیات میں موجود تو تھے مگر وہ بھی آپ ﷺ کے نبوّت کے دعوے پر غائبانہ اور بلا دلیل مانگے ایمان لائے تھے کہ انہوں نے آپ ﷺ سے نبوّت کا دعویٰ تو سنا مگر اللہ کو ایسا کہتے ہوئے کسی نے نہ تو سنا اور نہ ہی دیکھا! لہٰذا جو کچھ آپ ﷺ نے فرمایا یا عملاً کیا اس میں حقیقت کی جستجو اور سائنس کو دلیل بنا کر انہیں اس پر تولنا یہ ایمان کے تقاضہ کے خلاف ہے اس کی کوئی ایمانی وعبادتی ضرورت ہی نہیں ،اگر اسکی ضرورت ہوتی تو صحابہ کرامؓ (جن کے رتبہ پر کوئی بڑے سے بڑا عالم حتیٰ کہ اللہ کا ولی بھی نہیں پہونچ سکتا) ہرگز خاموش نہ رہتے! اور اگر یہ کہا جائے کہ صحابہؓ آپ ﷺ کو بار بار سوالات سے پریشان کرنا نہیں چاہتے تھے تو ایک وقت وہ بھی آیا کہ آپ ﷺ وصال فرما کر جدا ہو گئے تو پھر آپ ﷺ کی عدمِ موجودگی اور وفات کے بعد تو وہ اپنی مرضیات پر عمل کرتے کرواتے! مگر ایسا کسی نے سوچا تک بھی نہیں تو پھر کسی امتی جاہل، عالم، سائنسداں اور بڑے سے بڑے آسٹرونومر کو بھی کوئی حق نہیں پہونچتا کہ وہ اپنی سوچ، علمیّت وتجارب پر دین کے احکامات کو تولے اور ان کی صحّت وعدمِ صحّت کا فتویٰ لگائے!

مسلمان خصوصاً دین کے حاملین علماء کرام سب کو چاہیئے کہ وہ کلام اللہ پر عمل کرتے ہوئے آپ ﷺ کے فرامین کو مضبوطی سے تھامے رکھیں اور آپ ﷺ کی سنت وطریقہ کو زندہ کریں ایک ایسے زمانہ میں جب کہ دین وسنن اور آپ ﷺ کے فرامین کو اسلام ہی کا نام استعمال کر کے حاملینِ اسلام علمائے کرام ومفتیانِ عظام کو (جو دین کے ستون ہیں) غلط ثابت کیا جا رہا ہے۔ علماء کرام ایسے حضرات کے دست وبازو نہ بنیں جو غیروں کا طریقہ اسلام میں داخل کروانے کے خود شکار ہوئے ہیں اور دوسروں کو بھی اس راہ پر ڈال کر دینِ اسلام اور آپ ﷺ کے خلاف محاذ کھڑا کر کے خود ان کی اپنی گواہیوں کو بھی قبول نہیں کرتے، وہ گواہی جسے علماء نے اسلامی شہادت قرار دیا مگر پھر بھی ان کی بات بھی انہوں نے نہ مانی (جیسے کہ دار العلوم لیسٹر کے علماء کی گواہیوں پر باٹلے کے علماء نے تو اپنی تاریخ کی تصحیح کر لی مگر جس کی رہبری کے ماتحت آئی کوپ کے ''میسینجر'' نے انہوں نے اس گواہی کو قبول نہ کیا جس سے ان علماء کی گردنیں بھی شرم سے جھک گئیں! معلوم ہوا کہ وہ حق کی جستجو میں نہیں بلکہ حق کو مٹانے کی فکر میں ہیں ایسوں سے بچا جائے۔

تاریخِ فلکیات ومفروضہ قواعد: فلکیاتی حسابات کے مفروضات اور تھیوریاں وفلسفہ یا سائنس کیا چیز ہے؟

(۱۰) یہ انسان کی اُس ذہنی سوچ کا نام ہے جس کے ذریعہ مظاہرِ قدرت میں تجزیئے کرتے ہوئے وہ ایک خیال واختراع گھڑتا ہے پھر اُسے تجربات پر لاگو کرنے کی کوشش کر کے مزید تجزیوں کے لئے ایسا فکری مواد تیار کرتا ہے جس سے اپنی سوچ کی منزل کو پانے کا اسے اطمینان ہو! مطلب انسان اپنے خیالات اور سوچوں کے تانے بانوں کی بنیاد پر چیزوں کے اسباب اور اس کے نتائج کے لئے مفروضات گھڑتا ہے اور اسے دلائلِ عقلیہ پر مبنی کر کے اپنی سوچ کی کامیابی ناکامی کو اس سے جوڑ کر تجربہ کے میزان پر اسے تولنے کی کوشش کرتا ہے۔

دریائے **فُرات** کے کنارے کھُدائی کے دوران آج سے پانچ ہزار سال سے بھی زیادہ برسوں کی ''سُمیری'' تہذیب کے آثار دریافت ہوئے اور جو چیزیں اس کھُدائی سے حاصل ہوئیں اُن سے اندازہ کیا گیا کہ اُنہیں معلوم تھا کہ چاند سورج ستارے گردش کرتے ہیں اور اسی کی بنیاد پر پانی کے قطروں سے وقت بتانے والی شمشی گھڑی کے ساتھ ساتھ مہینوں اور سالوں کی گنتی بھی ایجاد کر لی تھی اور اٹھارھویں صدی قبل مسیح (۱۸۰۰ قم) میں وادیٔ فرات میں **بابل کے بادشاہ حمورابی** نے اتنی ترقّی کر لی تھی کہ اس نے ہر قسم کے قوانین اور پڑھائی کے لئے اسکول بھی ہر جگہ پھیلا کر فلکیات میں بھی خوب ترقّی کر لی تھی۔

قدیم مصریوں کی باقیات سے جو معلومات حاصل ہوئیں اس سے بھی معلوم ہوا کہ انہوں نے بھی فلکیات میں پیش رفت کرتے ہوئے ستاروں کے نقشے بنائے اور سال کو بارہ ماہ پر تقسیم کیا، وہ ہر سال کے اخیر میں پانچ دن کا اِضافہ کر کے سال کو ۳۶۵ ایاّم پر پورا کرتے تھے اور قرآنِ مجید نے تو سال کی بارہ مہینوں پر تقسیم کو زمین اور آسمان کی پیدائیش سے بھی قبل ہونے کے ثبوت کے طور پر پیش کر دیا ہے۔ امّتِ امّیہ کے امیؐ نبی وخاتم الانبیاء والمرسلین ﷺ کی پیدائیش سے تین ہزار سال قبل کی فلکیاتی تاریخ کا اندازہ سُمیری تہذیب سے معلوم ہوتا ہے اور خاص کر آپؐ کی پیدائیش سے بارہ سو سال قبل کی تاریخ میں مشہور فلسفی **طالس** کی موجودگی کا پتہ چلتا ہے۔

مشہور مسلم فلسفی ہارون یحییٰ اپنی کتاب '' **اللہ کی نشانیاں** '' میں گذرے فلاسفرز اور سائنسدانوں کے متعلق لکھتے ہیں: انسانیت کی پوری تاریخ میں ''مادہ پرستانہ'' فکر ہمیشہ موجود رہی ہے۔ اپنے آپ پر اور ''اپنے فلسفے'' پر یقین رکھتے ہوئے انہوں نے ''اللہ کے خلاف بغاوت کر دی جس نے انہیں تخلیق کیا'' ہے (ص ۲۱۳)، اسی صفحہ پر آگے لکھتے ہیں؛ وہ مادہ جس پر ان کے تمام خیالات، زندگیوں، ہٹ دھرمی اور انکار کی بنیاد تھی اچانک غائب ہو گیا۔ **جب مادے کا ہی کوئی وجود نہیں تو مادہ پرستی کیسے موجود ہوگی؟** اللہ کی صفات میں سے ایک یہ ہے کہ وہ منکرینِ حق کے خلاف بہتر تدبیر کرنے والا ہے۔ اللہ فرماتا ہے **ویمکرون ویمکر اللہ واللہ خیر الماکرین** (سورۃ الانفال ۳۰)۔

آگے ص ۲۱۴ پر لکھتے ہیں: وہ تمام ''مشہور'' لوگ، پروفیسر، ماہرینِ فلکیات، ماہرینِ حیاتیات، طبعیات داں اور تمام دوسرے بلا امتیاز عہدہ ومنصب بچوں کے مانند فریب میں آجاتے ہیں اور اس لئے ذلیل وخوار ہو جاتے ہیں کیونکہ مادّے کو اہمیت دی۔ انہوں نے خیالی تصاویر کے مجموعے کو اصلی سمجھا اور اپنے فلسفہ کی بنیاد اس نظریہ پر رکھ دی تھی۔ وہ بڑی سنجیدہ بحث کرتے تھے اور انہوں نے اسے ایک نام نہاد ''دانشورانہ'' نام دے دیا تھا۔ وہ اس کائنات کی سچائی کے بارے میں دلائل دیتے وقت اپنے آپ کو بڑا دانا سمجھتے تھے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اپنی محدود سی عقل سے اللہ کے متعلق مناظرے کرتے تھے۔ اللہ نے ان کی حالت کا ذکر درجِ ذیل سورۃ میں یوں فرمایا **ومکروا ومکر اللہ واللہ خیر الماکرین** (آل عمران ۵۴) وہ خفیہ تدبیریں کرنے لگے تھے جواب میں اللہ نے بھی اپنی خفیہ تدبیر کی اور ایسی تدبیروں میں اللہ سب سے بڑھ کر ہے۔ موصوف نے یہاں ساتھ ہی کلام اللہ سے اَور بھی آیات کو مثالاً پیش کیا ہے اور پھر آگے چل کر **ص ۲۱۸ پر لکھتے ہیں**؛ یہ دنیا ''ادراک کا مجموعہ اور ایک سراب'' ہے وہ تمام لوگ جن کا ہم نے اوپر ذکر کیا سایے ہیں جو ان ادراکات کو اپنے ذہنوں میں دیکھتے ہیں۔ مگر پھر بھی وہ اس حیقت سے آگاہ نہیں ہیں۔۔۔۔۔ یہ بے خبری اس عقل ودانائی کی کمی کی وجہ سے ہوتی ہے جو اللہ نے منکرینِ حق کو دے رکھی ہوتی ہے (پھر یہ آیت مثالاً لکھی؛ **لھم قلوب لایفقھون بھا ولھم آذان لایسمعون بھا اولٰئک کالانعام بل**

هم اضل اولٰئک هم الغٰفلون (اعراف ۱۷۹) اھ

بہر حال آج سے چودہ سو سال سے پہلے نازل شدہ قرآن میں پچھلے اور قیامت تک آنیوالے ''نام نہاد عالم فلسفی و سائنسدانوں'' کے متعلق اللہ تعالیٰ نے اپنے امّی نبی ﷺ کے واسطے سے آپ کی امّی امّت اور ہم سب امّیوں کے لئے جو فرمایا وہ ہم نے ہارون یحیٰ صاحب کی مذکورہ تحریرات اور قرآن کی مثالی آیات میں پڑھا۔ مسلمانوں کی پچھلی ہزار سالہ تاریخ میں مشہور مسلم فلاسفرز نے دنیا پر جو اپنی دھاک بٹھا دی تھی ان کا ماخذ دراصل سمیری و بابلی یونانی علمی کتب تھیں جنہیں دوسری صدی ہجری کی چوتھی دہائی سے عباسی خلیفہ منصور، اس کے پوتے ہارون رشید اور ہارون کے لڑکے مامون نے فارسی، یونانی، ہندی کتابوں کو عربی میں ترجمہ کروایا جو تاریخ کے طالبِ علم سے مخفی نہیں۔

ماقبل اسلام ومابعد کے نامی فلسفی کیا انبیاء سے بڑی ہستیاں تھیں؟

اس عنوان کے ماتحت ہمیں یہ معلوم کرنا ہے کہ انبیاء و حبیبِ خدا ﷺ کے فرامین پر برتری دیتے ہوئے آج دین میں مردود فلسفیانہ غیر اسلامی نظریہ کی اتباع کرنے والوں کی حیثیت اللہ و رسول ﷺ کے فرامین کے مطابق کیا ہے اور وہ کہاں کھڑے ہیں ؟

جب مختلف کتب کا مطالعہ کر کے فلکیاتی و فلسفیانہ تاریخ کے اوراق پلٹاتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کی پیدائش کے تین ہزار سال ماقبل یونانیوں نے فارس، مصر و اہلِ بابل (عراق کی سمیری تہذیب) سے یہ علوم حاصل کئے تھے جو فلکیات اور مصری تعمیرات کے ماہر تھے اور مصریوں کے اہرام (Piramid) اُن کے فن کے شواہد ہیں اور بابلی فلکیات و دیگر انکشافات میں ان کی شُہرت دور دور تک پھیلی ہوئی تھی، یہ لوگ طباعت اور ابتدائی ریاضی سے واقف تھے۔

مشہور فلسفی ''**ارسطو**'' جو ۳۸۴ قم سے ۳۲۲ قم میں گذرا ہے اس کا بھتیجا '**لیکس تھنیز**' (جو 360 قم میں ہوا ہے) **یونان سے خاص سفر کرکے بابُل** (بغداد کے قریب) **گیا تاکہ فلکیات کا مطالعہ کرے۔ اُس نے بابُلی ماہرینِ فلکیات کے '' پچھلے دو ہزار سالہ فلکیاتی تحقیقات کا ذخیرہ وہاں سے یونان میں اپنے چچا ' ارسطو' کو بھیجا تھا''۔**

نوٹ ؛ یاد رہے کہ ''ماقبل مسیحؑ کے سن کا ابتدائی حصّہ'' حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کی سن '' ۱ ء '' سے پہلے شروع ہوتا ہے اس لئے ماقبل مسیح کی جو بھی سن لکھی جائے گی تو اس کے سالوں کی گنتی کی نسبت سن عیسوی کے ابتدائی حصہ کو سامنے رکھتے ہوئے نیچے کے بجائے اوپر کی جانب ہوتی ہے مثلاً اوپر جو لکھا گیا ہے کہ ''ارسطو جو ۳۸۴ قم سے ۳۲۲ قم گذرا'' اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ ۱ ء سے ۳۸۴ سال پہلے پیدا ہوا تھا اور ۱ ء سے ۳۲۲ سال پہلے فوت ہوا تھا۔ اور جب مابعد مسیح کے حساب سے کل سال نکالنے ہوں گے تو دونوں کی مجموعی گنتی نکالنی ہوگی مثلاً یہ معلوم کیا جائے کہ ارسطو اب سے کتنے سال قبل پیدا ہوا تھا تو ''ماقبل مسیح والے سال اور آج کی سن عیسوی کے سال کو جمع کر کے '' ۲۰۰۹ ء + ۳۸۴ = ۲۰۹۳ '' کہا جائے گا کہ وہ آج سے دو ہزار تیرانوے سال پہلے پیدا ہوا تھا

بہر حال ماقبل اسلام (۶۱۰ ء) کے چند نامور فلسفیوں میں سے ایک **بطلیموس** 140 قم میں (آپ ﷺ سے 431 برس پہلے) **ہوا ہے اس کے پاس** 747 قم سے لیکر 887 سالوں کے **بابلی نقشے وزائیچے اُس کے زمانہ کے بعد** '' ۱۴۰ ء تک کے'' **موجود تھے جس میں چاند اور سورج گھن کی یقینی پیش گوئیاں، ان کے اسباب کی تفصیل، دھوپ گھڑی، ہوائی گھڑی، محدّب شیشے اور اِصطِرلاب** (سورج کی گردش ناپنے کا آلہ یا گھڑی) **کی معلومات تھیں**

یہ وہی فلسفی ہے جسکی کتاب'' مجسطی'' کا مامون کے ذریعہ عربی میں ترجمہ ہوا تھااوراس کا نام'' الشّمس و القمر ''رکھدیا گیا تھا،اورآج کے فلکی مفروضہ درجات، ڈِگریاں اِسی میں ذکر کردہ حسابات کی مرہونِ منت ہیں، مسلم ماہرینِ فن نے اسی کتاب کا سہارہ لیا ہے!

حضرت مفتی محمّد شفیع صاحبؒ معارف القرآن میں رقمطراز ہیں'' بطلیموس کے نظریہ نے ''فیثاغورس'' کے نظریہ پر سبقت حاصل کر لی اور جب بطلیموس کی کتابوں کے عربی میں تراجم ہوئے تو اسی بطلیموس کا نظریہ ان کتابوں میں منتقل ہوا اور اہل، علم میں عام طور سے یہی نظریہ جانا پہچانا جاتاہے۔

پھراِن ہیئت وفلکیات کاایک ماہر'' ابرخس'' ہے وہ بھی 140 قم میں ہوا اس نے سیاّرات کی حرکت چھ سو سال مابعد تک کے خسوف (چاند گھن) کی تاریخیں ،ستاروں کے فاصلے، اِجرامِ فلکی کی فہرست وغیرہ مضامین پر رسالے لکھے اس کی ایک کتاب ''قِسمۃ الاعداد'' کے نام سے مشہور ہے۔

اسی طرح فیثاغورس جو ۵۳۶قم میں ہوااس نے ۶۶۰قم میں گذرے ہوئے طالس (تھلیز) کےاس نظریہ کو کہ'' زمین کائنات کا مَحوَرہے'' غلط ٹھرایا اُس کے بجائے اُس نے ثابت کیا کہ سورج کائنات کا محور ہے (یورپ نے پندرھویں صدی عیسوی میں پیدا ہونے والے''کوپرنِکلس'' کے سر پر یہ تاج پہنادیا کہ وہ اس کا موجد ہے! حالانکہ اُس نے تو''فیثاغورس ''کے نظریہ کے اسباب کو محض صفائی سے پیش کیاتھا)۔

ایرَن اور جیوَن !یہ دونوں ۲۵۰قم میں ہوئے ہیں اور اصطرلاب پر کتابیں لکھیں جنہیں مامون رشید نے عربی میں منتقل کروایا۔اِسی طرح''طالس یا تِھلیز''جو 660 قم میں ہوا یہ فنّ ہیئت کا موجد کہاجاتاہے اس نے سب سے پہلے کواکب کی حرکت معلوم کرنے کے لئے زیچ (تقویم)بنائی اورخسوف کی پیشین گوئیاں کی ،اس نے یہ نظریہ پیش کیا کہ کائنات کی تمام چیزیں پانی سے پیدا ہوئی ہیں اس نے علمِ '' ہندسہ'' ایجاد کیا اس میں ''علمِ کُرّہ'' اور ''علمِ مخروط'' بھی شامل ہے یہ وہ علوم ہیں جن کی بنیاد و غور وفکر پر درجات و ڈگری حسابات ثابت ومعیّن کئے گئے ہیں،طالس نے'' دائرہ'' بھی ایجاد کیاجس میں آئے دن ترقی ہوتی رہی اور بہت سے آلات اس پر ایجاد کئے گئے ۔

''سکندرِاعظم'' یونانی (۳۳۶قم میں)جب مقدونیہ (Mecedonia)سے شام کی طرف لپکا اور ۳۳۲قم میں نہ صرف ''غازہ'' اور لبنان کی بندرگاہ'' طائر''پر قبضہ کرلیا بلکہ آگے بڑھ کر'' بابل'' بھی فتح کرلیا(بابل جو عرصہ تک فلکیاتی علوم کا مرکز رہاہے اب بغدادشہر میں آثارِقدیمہ کاایک حصّہ ہے جسے صدّام حسین پر امریکی بمباری سے شدید نقصان پہونچا)۔سکندر یہاں سے مصرایران اور سابقہ روسی مسلم علاقوں قازقستان تاجکستان وغیرہ کو سر کرتاہوا آگے بڑھا اور۳۳۶قم میں ایرانی حکمراں دارآ کو شکستِ فاش دیکر قتل کر د یا۔

سکندر دنیا کی فتح کے جنون میں وہاں سے آگے جنوب کی طرف حالیہ ممالک پاک و ہند،ہمالیہ وچین کے علاقوں کی طرف

بڑھا، یہاں پہونچکر قتل وغارت اورلوٹ مار کے بعدوہ وطن لوٹنے کے خیال سے دوبارہ بابل پہونچا،مگر وطن واپسی کی اس کی امیدیں خاک میں مل گئیں کیونکہ وہ مسلسل اسفار ومہموں سے تھک کر یہاں سخت بیمار ہوااور ۳۲۳ قم میں یہیں فوت ہوگیا۔اسے وطن کی مٹی نصیب نہ ہوئی اور بابل ہی میں پیوندِ زمین ہوگیا!اب اس کے مظالم کی قیمت وہاں اس کی نام نہاد تاریخی قبر سے وصول کی جارہی ہے۔

سکندرِ اعظم کی اس مہم میںاس کے پرشیین شہنشاہ داراکو شکشت دینے پر" یہ علوم فارسیوں سے منتقل ہوکریونانیوں میں پھیل گئے" ۔ یونانیوں میں طالس پہلا شخص ہے جوفلکیاتی علوم کا موجد سمجھا گیا، یونانیوں میں سُقراط حکیم ۳۹۹ قم ،افلاطون ۴۳۰ قم ،ارسطاطالیس ۳۸۴ قم ،بطلیموس ۱۴۰ قم ،بلیناس ،بقراط اور حکیم جالینوس وغیرہ پیدا ہوئے اور **یہ سلسلہ 552 عیسوی تک قائم رہایہاں تک کہ ۵۷۱ء میں اسلام کانور ظاہرہوا۔**

یونانیوں کے زمانہ کودوحصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے،قدیم وجدید فلاسفر! اِن قُد ماء میں بالترتیب سات بڑے حکیم وفلسفہ کے جوستون کہلائے وہ یہ ہیں: (۱) **طالس** (۲) **انکساغورس** (۳) **اِنکسانس** (۴) **اَپِنڈکس** (۵) **فیثاغورس**؛ جس کے زمین کے بجائے سورج کے مرکزِ کائنات ہونے کے نظریہ کو پندرھویں صدی عیسوی کے" کوپرنِکلس" نے صفائی سے پیش کیا) (۶) **سقراط** (۶) **افلاطون**۔اِن قدماء کے بعد دورِ جدید کی ابتداء **ارسطو** (۳۸۴ قم) سے ہوتی ہے ۔

مذکورہ تاریخ کو بیان کرنے کا مقصد یہ بتلانا ہے کہ" ہیئت وفلکیات کے مفروضات نئے نہیں اور یہ کہنا بھی صحیح نہیں کہ مذکورہ فلاسفرز کے بعدسن ۶۱۰ عیسوی میں آنے والے پیغمبرِ اسلام ﷺ کے زمانہ میں یہ علوم نہیں تھے بلکہ جہاں یہ علوم اوراس کے جاننے والے موجود تھے وہیں اللہ تعالےٰ نے آپ ﷺ پروحیِ قرآن کے ذریعہ نجوم، چاند،سورج وغیرہ فلکیات پر دلالت کرنے والی متعدد آیات نازِل فرماکر آپ ﷺ کوان سب فلسفیوں پر بھی فوقیت" دیکر اس کے ذریعہ اُمّت کوسبق سکھایا کہ یہ صرف میری وحدانیت کے مظاہر ہیں۔

اگر فلکیاتی علوم" دینی احکام کے ثبوت" کے لئے ضروری ہی ہوتے تو آخر آپ ﷺ پر اللہ نے اسے نازل کیوں نہ فرمایا نیز آپ ﷺ نے صحابہ کواسے سیکھنے کے لئے حکم کیوں نہ فرمایا؟!یہ علم ہی تو تھا آپ ﷺ اُن سے ضرور فائدہ اُٹھاتے جیسے بدر کے قیدیوں سے لکھنا پڑھنا سکھنے کا فائدہ اٹھایا تھا مگر اس مسئلہ میں کیوں نہیں؟ جبکہ مدینہ منوّرہ کے یہود فلکیاتی حسابات کے بھی ماہر تھے،اطراف کے نصاریٰ کے علاوہ اس کے عالم ہرسو معلوم ومشہور تھے،ساتھ ہی مذکورہ کتب کا ذخیرہ بھی موجود تھا اس کے باوجود آپ ؐ نے اسلامی کیلنڈر وتاریخ کی ابتداء کے لئے فلکیات کے میتونی (۴۳۱ قم) اور ربائی حالیل دوم (۳۵۸ء) کے نیومون تھیوری کے مفروضات پرمبنی یہودی طریقہ پرعمل کرنے کے لئے صرف یہی نہیں کہ نہ تو اسے ان سے سیکھا اور نہ ہی ان سے اس میں مدد لی! بجائے اس کے آپ ﷺ نے اس کی مخالفت کی اور جن مسائل میں ان سے تشبہ اختیار کرنے کی ممانعت فرمائی ان میں اسے بھی شامل فرمایا (تفصیل ہماری ثبوتِ ہلال کتب میں دیکھیں)۔

مدینہ منورہ کے یہودیوں کوفلکیات پرعبور حاصل ہونے کا دعویٰ تھا مگر چونکہ دین میں یہ علوم شرعی حیثیت کے حامل نہ تھے آپ ﷺ نے اس طرف بالکل توجہ نہ فرمائی اور نہ ہی خلفائے راشدین اس طرف متوجہ ہوئے جن کے مفتوحات میں ملکِ فارس بھی شامل ہوچکا تھا (یعنی حالیہ ایران کہ جہاں کے ایک شہر" جندی صابور" میں شام کے نسطوری عیسائی مہاجرین نے اکیڈمی ویونیورسٹی قائم کرکے ایک فلکیاتی رصدگاہ بھی بنائی تھی)، پھر صحابہؓ کی حکومت کاسکّہ رومی مقبوضات مصروشام پربھی جم چکا تھا جہاں ان علوم کی کتب کے

ذخائر بھی موجود تھے مگر نہ تو انہوں نے اس طرف التفات کیا اور نہ ہی ان کے ماہرین کو مدینہ طیّبہ میں جمع کیا تا کہ مسلمانوں کے نماز روزوں کے اوقات کے مسائل اس کے ذریعہ حل کریں! اس کے برعکس آپ ﷺ نے **''اپنے پڑوسی یہودیوں کی طرف سے انبیاء کے طریقہ کو چھوڑ کر غیر انبیائی** (میتون ۱۳۱ھ قم اور یہودی اعلیٰ ربائی حالیل دوم ۳۵۸ء کے طریقے کے برخلاف بلا کسی امکانِ رویت تھیوری کے حساب کی شرط کے) مطلق عینی رُؤیت وشہادت پر مبنی مہینہ کی ۲۹ ویں کی شام کو آنے والی تیسویں رات میں مطلقاً چاند دیکھنے پر ہی اسلامی مہینہ کی ابتداء کا حکم دیا! اور نہ دکھائی دینے پر تیس دن مکمل کرنے کا فرمان جاری کرتے ہوئے شرعاً حسابات ِفلکیات کا رد کرتے ہوئے فرمادیا اِناّ نحن اُمّة اُمّیة لا نکتب ولا نحسب الشّهر هٰكذا و هٰكذا الخ (بخاری) اور صحابہ وخیر القرون اسی پر قائم رہے کیونکہ آپ ﷺ کی آمد پچھلے نظریات کو تبدیل کر کے اللہ کی طرف سے آمدہ دین اور اسلامی نظریات کو پروان چڑھانے کا ایک نیا مشن تھا!

نبی کریم ﷺ نے نمازوں کی ابتداء کے اوقات کے لئے سورج کی گردش سے اثر پذیر ذرائع کے مشاہدات تو کئے مگر یہودیوں و ماہرینِ فلکیات سے چاند وسورج کی گردش اور اس کے اثرات یعنی اُن کے طلوع وغروب اور اُس سے اوجالا واندھیرہ وغیرہ سے متعلق حسابی معلومات نہ لیں ساتھ ہی اُن سے رابطہ نہ کر کے اُمّتِ مسلمہ کو عملاً بتلادیا کہ وہ ان حسابات کو دینی احکامات کا ترازو نہ بنائے اور یہی وجہ ہے کہ صدیوں پر مشتمل گذرے فقہاء نے بھی ان مفروضات وحسابات کو قطعی قرار نہ دیا اور کم ازکم پانچ ہزار سالہ مدّت گزرنے اور جس زمانہ میں ہم موجود ہیں جو سائنسی ترقّیات کے عروج کا زمانہ کہلاتا ہے! آج بھی اس کے ماہرین تک میں ان اوقات کی ڈگریوں پر اتفاق نہیں ہوسکا ہے کیونکہ تجربات ومشاہدات پر یہ منطبق نہیں ہوتے!

آپ ؐ کے بعد اسکندریہ (Alecxandriyah) اور فارس کے قادسیہ کی تباہی بھی ہمارے سامنے ہے اگر یہ علم ضروری ہوتا تو حضرت عمر فاروق ؓ جیسے جلیل القدر خلیفہ وصحابیؓ رسول کہ جن کے مشورے کی تائید بارہا اللہ تعالیٰ نے قرآن میں نازل بھی فرمائی تھی نہ صرف فارسی ویونانی کتب سے فائدہ اٹھاتے بلکہ مزید براں آپؓ ان کے ماہرین کو ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر مدینہ منوّرہ میں اِکٹھاّ بھی کردیتے مگر ایسا نہ کیا بلکہ ان کتب کو اور نہ ہی ان کے علماء کو بالکل اہمیت نہ دی کیونکہ آپ ﷺ نے ہی اللہ کی طرف سے امت کو یہ سکھایا تھا اگرچہ خیر القرون کے بعد حکمراں طبقہ خاص کر دوسری صدی ہجری کی اول چوتھائی پر عبّاسیوں نے بنوامیّہ کے خلاف شیعی لبادہ میں ایرانیوں کی حمایت سے خلافت پر قابو پالیا تو یہ نہ صرف پایہ تخت کو دمشق سے اوّلاً کوفہ (اور بعد میں بغداد) لے گئے بلکہ حکومتی عربی زبان کو بھی ''فارسی'' سے بدل دیا اور فارس کے ساسانی شاہوں کا طرزِ حکمرانی وشوقِ قدیم فلاسفی کو اختیار کرتے ہوئے نہ صرف ساسانی باشاہت طرز اپنایا بلکہ فارسی شاہ ناموں اور یونانی کتب کو یونانی، فارسی وہندی سے عربی زبان میں منتقل کیا اس طرح بغیر بندھ باندھے عوام الناس کو صراطِ مستقیم سے ہٹانے کا راستہ بتلایا جس سے آپ ﷺ واسلام نے امت کو روکا تھا اس طرح منصور عباسی اور اس کی اولاد ہارون رشید، مامون رشید وغیرہ نے نام کمایا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دین میں اسلام کے نام پر کئی باطل فرقے پیدا ہوکر باطل نظریات نے جگہ لے لی جس کا انکار کوئی بھی نہیں کرسکتا!

اثنا عشری بوھریوں کا امام غائب شیعی فاطمی حکمراں ''حاکم بامر اللّٰہ'':۔ نصوص کو غیر شرعی اور شرع مخالف شرطوں سے مشروط نہیں کیا جاسکتا ہے۔ ان حسابات کو سب سے پہلے اختیار کرنے والے اور اسلام میں داخل

کرنے والے روافض وشیعہ ہیں جس کی بنیاد عباّ سی حکمرانوں کی ریت سے کوفہ و بغداد میں جاری ہوئی اور بالآخر اس کی بنیاد پر نام کے مسلم حکمرانوں میں سب سے پہلے مصری فاطمی شیعہ حکمراں ’’حاکم بامراللہ‘‘ نے خاص کر فلکیات پر مبنی قمری کیلنڈر کو اسلامی شرعی اصطلاحی کیلنڈر سے نہ صرف موسوم کیا بلکہ عملاً اسے اپنی سنی رعایا پر نافذ بھی کر دیا جو اہلِ سنت والجماعت کی مصری اکثریّت پر حکمراں بن گئے تھے! حاکم بامراللہ نے ان پر چاند دیکھ کر رمضان وعیدین شروع وختم کرنے کی پابندی لگا کر ’’ان فلکیاتی مفروضہ حسابات کے مطابق تاریخوں پر رمضان وعیدین کرنے پر مجبور کر دیا تھا جو ایک تاریخی حقیقت ہے مگر اس کی اس قسم کی کوششوں کو نصوص وسنن پر عمل کرنے والے مصری اہلِ سنت والجماعت نے پانچ سال تک حاکم بامراللہ کے خلاف اپنی مالی جانی قربانیوں سے ناکام بنا دیا۔

جب اسلام کی آمد ہوئی اور آپ ﷺ اللہ کی طرف سے مامور ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا: پچھلے طریقے میرے قدموں کے نیچے ہیں میں انہیں مٹانے آیا ہوں، اس طرح اہلِ کتاب کے مذہبی طریقوں پر عمل کرنے سے آپ ﷺ نے مسلمانوں کو روک دیا اور یہاں تک فرمایا کہ من تشبہ بقوم فھو منھم کہ جو کوئی کسی غیر قوم کے طریقہ پر چلے گا وہ اُنہی میں شمار ہوگا البتّہ پچھلے انبیاء کے وہ طریقے جنہیں آپ ﷺ نے شرعاً باقی رکھا وہ اس مشابہت میں داخل نہیں۔ چونکہ یہود ونصاری اپنی مذہبی تاریخوں کے لئے فلکیات پر عمل کرتے تھے آپ ﷺ نے انکار فرمادیا اور چاندرات کی بعینہ رویت کے سادہ وفلکیات سے غیر مشروط طریقہ پر عمل کرنے کا حکم دیا!

البتّہ آپ ﷺ نے نمازوں کے اوقات کے لئے ’’سورج کو بعینہ دیکھنے‘‘ کا حکم نہیں فرمایا بلکہ اس کے طلوع وغروب، افق پر اس کی روشنی کے اثرات اور اس سے کسی چیز کے سایہ کی پیمائش واندازہ کو نمازوں کے اوقات کا معیار مقرّر فرما کر رہتی دنیا تک باقی رہنے والا شہری ودیہاتی اور جنگل وپہاڑ کی کھوہ میں رہنے والے ہر کسی کے لئے اسے قابلِ عمل ویقینی ترازو بنا دیا، یہی وجہ ہے کہ فلکیاتی حسابات کا چاند کی رویت سے ’’شرعاً‘‘ کوئی تعلق نہیں البتّہ نمازوں کے اوقات میں یہ حسابات چونکہ ’’سورج کے افق وزیرِ افق ہونے کے اثرات کے حامل ہیں اگر چہ اصولی طور پر قطعی نہیں بلکہ اقرب ہیں اور شرعاً ’’نمازوں کے اوقات میں سورج کے اثرات کو حدِ فاصل‘‘ قرار دیا گیا ہے اس لئے ان حسابی (درجات وڈگری) اثرات کو فقہاء نے اس شرط کے ساتھ قبول کیا ہے کہ ’’ان حسابات کی تائید ہمارے عینی مشاہدات سے بھی ہو جائے! ورنہ یہ ناقابلِ عمل ہیں۔

انسان کی دنیوی ضروریات: اسلام میں انسان کی دنیوی ضروریات و بہبود کے لئے نت نئی تحقیات، سائنسی ریسرچ وغیرہ کے لئے کوئی ممانعت نہیں البتہ دینی احکامات میں سائنسی ریسرچ وتحقیق کے بجائے اللہ ورسول ﷺ نے جو حکم فرمادیا اسی کے مطابق عمل کرنا ہوگا جیسے چاند کو فلکیاتی شرائط کے بغیر ۲۹ ویں کی شام دیکھ کر نیا مہینہ شروع کرنے کا حکم اس ۲۹ ویں کی شام کو فلکیات کی نیومون تھیوری اور اس کے امکانِ رویت حسابات کے ساتھ مشروط کر کے نہیں اللہ ورسول ﷺ نے نہیں دیا ہے۔

جیسے کہ پیچھے ذکر ہوا خیر القرون کے بعد دوسری صدی ہجری میں دیگر یونانی کتب کے تراجم سے ’’ارسطو کی کتاب مجیسطی‘‘ کے عربی ترجمہ کو بنوعباّس کی حکمرانی میں حکومتی سطح پر عوامی کشش کا ذریعہ بنایا گیا اور یہ سلسلہ حکوتی سطح پر جاری رکھنے کے لئے باقاعدہ اکیڈمی وبیت الحکمت کا قیام عمل میں لایا گیا جس کا سلسلہ حکومتوں کی سطح پر جاری ہوتا ہوا تب سے آج بھی اسی طریقہ پر مسلم غیر مسلم حکومتوں کا عمل جاری

ہے۔ دنیا بھر کی حکومتیں اس کے پیچھے دھوم رقم خرچ کر رہی ہے اور حکومتوں پر مختلف عوامی دباؤ میں کمی لانے کے لئے وہ کئی طرق آزمائے ہوئے ہیں جن میں سے ایک یہ ہماری آپس کی بحثیں بھی ہیں جو ہمیں ان کے اقدامات اور بیجد وحساب خرچ کا جہاں جواز فراہم کرتی ہے وہیں دوسری طرف ان پر دیگر عوامی مسائل کے دباؤ کو بھی کم کرتی ہے۔

پچھلے پانچ ہزار سالہ دور خاص کر اسلام کی آمد کے بعد دوسری صدی ہجری سے "**تالہ بندھ کتب کو عیسائیوں سے حاصل کر کے عبّاسی حکمرانوں کی طرف سے جاری کرنے پر**" ایک ہزار سے زیادہ برسوں کی بحثوں اور تحقیقات کو چاہے وہ رویتِ ہلال ہو یا نمازوں کے اوقات کی نشاندہی کی ڈگریاں ہوں! اگر انہیں ان اوقات کا قطعی ویقینی ترازو اور مرکزی نقطہ ومحور ماننے پر اسرار کیا جائے تب بھی یہ حسابات اپنی کمالیت پر پورے نہیں اترتے چاہے وہ "چاند کے امکانِ رویت کے حوالہ سے ہو یا نمازوں کے اوقات کے لئے "سورج کے زیرِ افق وبرافق کی مخصوص ڈگریاں ہو!" جنہیں حرفِ آخر قرار دیدیا جائے! صدیوں سے یہ بحثیں جاری ہیں اور بہت تحقیق ہو چکی مگر تحقیقات اور اس کی آخری حد کا متّفقہ نقطہ محققین سے آنکھ مچولی کھیلتا مذاق بنا رہے گا! جس کا کوئی بھی انکار نہیں کر سکتا اور پچھلے ہزار سالہ دور کے ماہرین کی تحقیقات اور ان کے بیجد آپسی اختلافات کے حقیقت ہونے بلکہ اس سے بھی ماقبل مسیح علیہ السلام کی اس میدان کی تحقیقات کو شتر مرغ کے رَیت میں گردن چھپانے کے مترادف رویّہ واسرار سے اسے بالکل سو فیصد قطعی ویقینی ہونے کی سند نہیں دی جاسکتی! یہ کوئی زبانی لفاّظی نہیں بلکہ اس میدان کے ماہرین کی تحقیق ورائے کا نتیجہ ہے اور یہ حالات اس بات کا ثبوت ہے کہ انسان نے نہ صرف چاند پر بلکہ اس سے بھی آگے کی جو کمندے پھینکی ہیں اور جسے جھٹلانے کے لئے بظاہر کسی کے پاس کوئی ایسا عمومی ترازو بھی نہیں جسے استعمال کر کے اس کی صحّت کو جانچا جائے؟ مگر لو ہا لوہے کو کاٹے کے مثل چاند پر انسان کے قدم رنجہ ہونے کو غلط پروپیگنڈہ بتلانے والی ایک رِسرچ فلم کا قارئین کو پتہ ہی ہوگا کہ اس کے بنانے والوں نے کئی سائنسی دلائل ہی سے اِسے جھٹلانے کی بھرپور کوشش کی ہے!

بہر حال ہم انسان کے چاند پر پہونچنے کے حساب کو قطعی ویقینی اور صحیح ہی مان لیتے ہیں مگر جس حساب کی بنیاد پر یہ چاند پر پہونچے اس کے متعلق خود فلکیاتی ماہر پروفیسر الیاس اپنی کتاب میں ایسے لوگوں پر تنقید کرتے ہیں "جو چاند کے فلکی امکانِ رویت کے حساب کے قطعی ہونے کی دلیل میں انسان کے چاند پر پہونچنے کو پیش کرتے ہیں"، **آپ لکھتے ہیں کہ**: چاند کی رویت وامکانِ رویت کا حساب دنیا سے سیّارات تک پہونچنے کے حساب سے بالکل الگ حساب ہے اس لئے چاند اور سیّارات تک انسانی کاوِشوں کے حساب کو رویتِ ہلال اور اس کے امکانِ رویت کے حسابات سے کوئی واسطہ وسروکار نہیں۔ اھ

یہی وجہ ہے کہ فقہائے امت نے خاص کر نمازوں کے اوقات میں درجات وڈگری کے تجزیہ کی سہولت کے اس دروازہ پر آخری مہر نہیں لگائی (کہ یہ ایک قطعی چیز ہے کہ آئندہ اس میں کوئی تبدیلی ہو ہی نہیں سکتی!) جس کی وجہ یہی ہے کہ صدیوں کے تجربات سے یہ موقع حتمی شکل میں میسّر نہ آسکا اور آج کے ماہر تک اسلام کی سادگی والے طریقہ کی اہمیت وقطعیت کا قطعی ردہ کر سکے! اور یہ اس لئے ہے کیونکہ کہ "بار بار کے اور مختلف جگہوں اور مختلف اوقات وموسموں کے تجربات ومشاہدات میں اتفاق کے بجائے اختلاف پایا جانا ایک قدرتی راز ہے جو بظاہر "ہر جگہ میں ہر وقت یکساں موسمی حالات کی عدمِ موجودگی وغیرہ کے ظاہری اسباب کے مرہون ہے" جبکہ فقہاء ومفتیانِ کرام

چاہے ان کا تعلق کسی بھی مکتب سے ہو خصوصاً بریلوی یا دیوبندی مکتب مفتی حضرات ''اصل مآخذ یعنی قرآن وسنت'' کی بنیاد پر یہی کہتے ہیں کہ مشاہدات ہی اصل ہیں، اگر کسی ڈگری کے وقت سے مشاہدات کا وقت مختلف ہو تو مشاہدہ کے وقت کو اس پر ترجیح ہوگی اور ڈگری والا وقت باطل ہوگا جس پر نمازیں ادا نہ ہوں گی!

نتیجہ:۔

خلاصہ یہ ہے کہ **صدیوں کے مشاہدات** کے باوجود کوئی معیّن ڈگری ہمیشہ کے لئے ثابت نہ ہو سکی (دیکھ لیں کم از کم بیرونی سے لیکر اب تک کے ہزار سالہ ماہرین کی آراء!) ہاں ماہرین نے مخصوص حسابات سے مخصوص ڈگریوں کو عرصہ تک اپنے تجربہ وتحقیق کا محور بنا کر ان کے مطابق تقویمات اور زائچے تو تیاّر کر لئے اور اپنے مابعد آنیوالوں کے لئے اپنی تقویمات وزیچ چھوڑ گئے اور جس طرح انہوں نے اپنے پچھلوں حتیٰ کہ ماقبل مسیح گذرے فلسفیوں کی تحریرات سے فائدہ اُٹھانے کی کوشش کی آج ہم لوگ بھی ہمارے ان گزرے ماہرین کی تحریرات وحسابات کو اپنے تجربہ وعمل میں لانے کے لئے کوشاں ہیں **مگر مشاہدات! جو اس کی تعیین میں جس طرح پہلے ان کا ساتھ نہ دے سکے آج بھی وہ حالات ہمارے سامنے ہیں کوئی فرق نہیں ہوا!** مزید تفصیل میری کتب (**Fajar & Isha and Twilight / برطانیہ میں عشاء کا صحیح وقت / ....Hilal Judgment / فلکیات وشرعی ثبوتِ ہلال۔ ایڈیشن ۱۴۳۰ھ**) میں ملاحظہ فرمائیں۔

برطانیہ ومشاہدات!: پھر جب معاملہ غیر معتدل علاقوں اور برطانیہ جیسے ملکوں سے وابستہ ہوگا تو یقیناً یہ حالات معتدل علاقوں کی بہ نسبت مزید غیر متیقّن وباعثِ تشویش ہوں گے بعض مرتبہ انسانی فطرتی اعمال کا دخل اپنی حد سے تجاوز کر جاتا ہے (وکان الانسان اکثر شیء جدلاً) تو یہ وقت کبھی کبھی کسی خیر کے وجود کا گواہ بھی بن جاتا ہے مثلاً کسی انہونے حالات کو بھانپتے ہوئے برسوں سے یہ میدان تیاّر کیا گیا تھا کہ ''برطانیہ میں مشاہدات ہو ہی نہیں سکتے''! مگر جب حالات نے مجبور کر دیا اور اللہ کی مدد سے پہلی مرتبہ یہاں سال بھر کے کامیاب مشاہدات ہو کر جو نتائج برآمد ہوئے اور جسے عالمی امتِ مسلمہ کے سامنے سو فیصد خلوص کے ساتھ پیش بھی کر دیا گیا۔ اس کے باوجود ''میں نہ مانوں'' کا مرض نہ رُکا اور تجاہلِ عارفانہ سے اس میں خامیاں نکالنے کا مرض پیدا کیا گیا مگر اس کا الٹا اثر ہوا اور کل تک یہ جو کہا جاتا رہا تھا کہ برطانیہ میں مشاہدات ہو ہی نہیں سکتے! اب ہر ہر گلی کے درودیوار سے آواز اُٹھتی سنائی دے رہی ہے کہ کون کہتا ہے کہ یہاں مشاہدات نہیں ہو سکتے! میں نے بھی کئے وہ بھی کر رہا ہے اسے بھی ہوئے اس طرح ایک نہ مٹنے والا سلسلہ ہمارے سامنے ہے جو منصفینِ مخلصین اور عارفین جہل کے رحم وکرم پر آس لگائے انتظار میں ہے ۔

قدیم وجدید ماہرینِ کے شدید اختلافی نظریات:۔

ہر زمانہ کے فلاسفرز اور ماہرینِ فلکیات کے نظریات میں شدید اختلافات اور روزمرّہ کے نئے نئے اکتشافات اس بات کی واضح دلیل ہے کہ کسی نظریہ اور تحقیق کو یقینی اور آخری نہیں کہا جاسکتا! **فیثاغورس اور بطلیموس کے نظریات ہیئتِ افلاک کے متعلق ایک دوسرے سے بالکل متضاد تھے**، بطلیموس کو اپنے زمانہ کی **حکومت** اور عوام کا تعاون حاصل ہوا۔ اس کا نظریہ اتنا پھیلا کہ فیثاغورس کا نظریہ گوشۂ گمنامی میں جا پڑا، اور جب یونانی فلسفہ عربی زبان میں منتقل ہوا تو بطلیموس کا یہی نظریہ اِن کتابوں میں منتقل ہوا اور اہلِ علم میں عام طور سے یہی نظریہ جانا پہچانا

گیا بہت سے مفسّرین نے یہی نظریہ سامنے رکھ کر کلام کیا، گیارھویں صدی عیسوی جس میں یورپی اقوام کی ترقی کا آغاز ہوا اور یوروپین محققین نے ان مسائل پر کام کرنا شروع کیا جن میں سب سے پہلے کوپرنِک (Cooper neack) پھر جرمنی میں کیلر (kelar) اور اٹلی میں گلیلیو (Glelyo) وغیرہ کے نام آتے ہیں انہوں نے ازسرِ نو ان مباحث کا جائزہ لیا وہ سب اس پر متفق ہوگئے کہ ہیئتِ افلاک کے متعلق **بطلیموسی نظریہ غلط اور فیثاغورس کا نظریہ صحیح ہے۔**

تیرھویں صدی ہجری (اٹھارھویں صدی عیسوی) میں اسحاق نیوٹن (Newton) کی شہرت ہوئی، اس نے تحقیق کی کہ وزنی چیزیں اگر ہوا میں چھوڑی جائیں تو ان کے زمین پر آ گرنے کا سبب وہ نہیں جو بطلیموسی نظریہ میں بتلایا گیا ہے کہ زمین وسط میں مرکزِ عالم ہے اور تمام وزنی چیزیں مرکز کی طرف فطرۃً رجوع کرتی ہیں بلکہ اس نے بتلایا کہ جتنے ستارے اور سیاّرات ہیں سب میں ایک جذب وکشش کا مادّہ ہے زمین بھی اسی طرح کا ایک سیاّرہ ہے اس میں بھی کشش ہے جس حد تک زمین کی کشش کا اثر رہتا ہے وہاں سے ہر وزنی چیز زمین پر آئے گی لیکن اگر کوئی چیز اس کی کشش سے باہر نکل جائے تو وہ پھر نیچے نہیں آئیگی۔

امریکن خلانورد جان گلین (Jhon glain) کامیابی سے چاند کے سفر سے واپس آیا تو وہ اپنے طویل مقالے میں لکھتا ہے کہ ”یہی ایک واحد شیء ہے جو خلاء میں خدا کے وجود پر دلالت کرتی ہے، اور یہ کہ کوئی طاقت ہے جو ان سب کو مرکز ومحور سے وابسطہ رکھتی ہے“ آگے وہ لکھتا ہے کہ ”اس کے باوجود خلا میں پہلے ہی سے جو عمل جاری ہے اس کو دیکھتے ہوئے ہماری کوششیں انتہائی حقیر ہیں۔ **سائنسی اصطلاحات** و پیمانوں میں **خلائی پیمائش ناممکن ھے ---اس کائنات میں ایک رھنما قوّت موجود ھے** --اھ مفتی صاحب لکھتے ہیں؛ (انہیں) سائینسی آلات سے ان کی (خلاء میں موجود سیاّرات ان کے قطعی اثرات کی) پیمائش ناممکن ہونے اور اپنی سب کوششوں کی اس کے مقابلہ میں حقارت کا اقرار واعتراف کرنا پڑا۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن وسنت انسان کو ایسے لایعنی مشغلے میں مبتلا کرنے سے گریز کرتے ہیں (معارف القرآن ج ۶ ص ۴۸۷ تا ۴۹۵)

حضرت مفتی محمّد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے معارف القرآن میں ان آیات جس میں بظاہر فلکیاّت وہیئت سے متعلق ذکر ہے اُن کی تفسیر میں جس بات کی طرف زیادہ زور جو دیا ہے وہ مندرجہ ذیل نتیجہ پر مشتمل ہے

(۱) ہیئت وفلکیاتی فلسفہ کی بحثیں نئی نہیں بلکہ وہ تو نبی کریم ﷺ کے زمانہ سے بھی بہت پہلے سے تھیں

(۲) اُن فلاسفر کے درمیان ہیئت کے مفروضہ نظریات میں اتّفاق کے بجائے اختلاف تھا مشہور (فلسفی طالسؔ یا تھہلیز ۶۶۰ ق م جس نے زمین کو مرکزِ کائنات مانا تھا اس کے اس نظریہ کو) فلسفی فیثاغورس ۵۳۶ ق م (نے غلط ٹھرایا اور اس) نے زمین کے بجائے سورج کو کائنات کا مرکز مانا مگر اس کے بعد آنے والے فلسفی بطلیموس ۱۴۰ ق م نے فیثاغورس کے نظریہ کو غلط ٹھرایا اور (طالس سے اختیار کردہ) خود کا نظریہ (کہ زمین مرکزِ کائنات ہے) کو اپنے زمانہ کی حکومت اور عوام کے تعاون سے پروان چڑھایا

(۳) بطلیموس کے بعد نبی کریم ﷺ کی آمد و نبوت، خلفائے راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین (اور بنو اُمیہ و بنو عباّس) کے زمانہ میں بھی بطلیموسی نظریہ ہی جاری رہا اور بنو اُمیّہ کے ہشام ابن عبدالملک اور بنو عباّس کے منصور، ہارون رشید نے فارسی ویونانی فلسفی کتب کو

عربی زبان میں ترجمہ کروا کر عبوں کے سامنے ایک نئی دنیا و سوچ پیش کر دی۔ ہارون کے بعد اس کا بیٹا مامون الرشید اس میدان میں اپنے باپ سے بھی دو قدم آگے نکل گیا (اس نے کونسطن ٹینو پول یعنی قسطنطنیہ اور بیسوی صدی عیسوی میں استنبول نامی شہر و راومی پایہ تخت کے رومی بازنطائی بادشاہ کو دھمکی بھرا خط لکھا کہ یونانی و پرانی جو بھی کتب اس کے پاس قفل بند ھ ہیں سب اسے بھیج دے ورنہ تیری حکومت کا ستیاناس کر دوں گا! چونکہ یہ کتب یکے بعد دیگرے کئی حجروں اور ان کے قفلوں کے پیچھے راہبِ اعظم و باشاہ کے حکم کے ماتحت بند ھ تھیں! بادشاہ ؟؟؟ نے اسقفِ اعظم سے مشورہ کیا اس نے کہا کہ ہم نے ان کتب کو اس لئے تالہ بند ھ رکھا ہے تا کہ انہیں کوئی نہ پڑھے، کیونکہ ان کتب میں جو باتیں و نظریات ہیں وہ ہمارے دین کو تباہ و برباد کر دے گا! اگر مسلمانوں کے بادشاہ نے خود انہیں منگا ہے تو بے شک یہ دیدی جائیں بھلے ان کا دین تباہ ہو جائے! اہم پادریوں و وزراء کے اجلاس میں بادشاہ نے مامون کی بات دہرائی اور راہبِ اعظم نے پادریوں کو ''ان کتب سے مسلمانوں کے دین کی بربادی'' کے نام پر مامون کو دیدینے پر راضی کر لیا اور تمام کتب مامون کے سفراء کے ماتحت بحفاظت بغداد روانہ کر دیں ان کتب میں بطلیموس نے فلکیات پر جو ''مجسطی'' نامی جو کتاب لکھی تھی جس میں چاند سورج ستاروں کی حرکات کی فلسفیانہ مفروضہ پیائیش پر مفروضہ ژاویئے اور ژائیچے بنائے تھے وہ بھی اس میں شامل تھی، یہ کوئی معمولی واقعہ نہ تھا بغداد نے خوشیوں کے تازیانے بجائے۔ ان کتب کے عربی تراجم شروع کر دئے گئے مامون نے ''مجسطی'' کو عربی میں منتقل کروا کر اسے ''الشّمسُ والقمرُ'' کے نام سیموسوم کر دیا اور اسی کی بنیاد پر مسلم فلسفیوں نے اسی کے مفرضوں کے ماتحت چاند سورج کے ژاویئے اور حساب کتاب لکھے۔ قرآن کی تفاسیر کے مفسّرین نے فلکیاتی آیات کے ماتحت جہاں بھی اپنی عقلی کاوشیں پیش کیں وہ اسی بطلیموسی کتاب مجسطی کے مرہون ہیں)

(۴) مسلمان فلسفیوں نے (طالس کے) اِسی بطلیموسی ''نظریہ کو اپنی کتابوں میں تحقیقات کا محور بنایا مگر گیارھویں صدی عیسوی میں یورپی فلسفیوں؛ کوپرنیک، کلیر، گیلیلیو (Gelelyo) اور نیوٹن Newton نے ۱۴۰ ما قبل مسیح کے بطلیموسی (وتیرہ سو سالہ مسلم) نظریہ کو غلط ٹھہرا کر ۵۳۶ ما قبل مسیح میں گذرے فیثا غورس کے ''مرکزیّتِ سورج'' کے نظریہ کو اپنے تجربات کا مرکز مانا اور چاند پر انسان کو اتار دیا! ابھی آگے یہ مرّیخ وغیرہ پر پہونچنے کے خواب کو بھی حقیقت میں بدلنے کی بھرپور کوششوں میں دن رات ایک کئے ہوئے ہیں۔

بطلیموس کے نظریاتپت مشتمل وہ کتاب بھی تھی !

(۵) پانچویں بات آپؐ نے یہ فرمائی کہ بطلیموس کے (طالسی) نظریہ نے فیثا غورس کے نظریہ و تصوّر کے مفروضہ کی جگہ لی اور یہ نظریہ خوب مشہور ہوا جس کی ایک وجہ تھی کہ بطلیموس کے پیچھے اس کے زمانہ کی حکومت کا تعاون تھا یہ ایک تاریخی حقیقت ہے جسے حضرت مفتی شفیع رحمۃ اللہ علیہ نے بھی نقل کیا کہ اسے حکومتِ وقت کا تعاون میسّر رہا، اور یہ بات صحیح بھی ہے کہ حکومتیں جب کسی چیز میں دخل دیتی ہیں تو وہ اس کے پیچھے بے دریغ رقوم خرچ کرنے کے ساتھ ساتھ اپنا اثر و رسوخ کا بھی بھرپور استعمال کرتی ہیں اور مخالفین پر جور و ظلم اور زیادتی کرنے سے بھی دریغ نہیں کرتیں۔

آج بھی ہم دیکھ رہے ہیں کہ عوام کی سوچ اور نظریہ کچھ اور ہوتا ہے اور حکومت کا کچھ اَور! اس کے ہاتھ میں طاقت اور اثر و رسوخ مرکوز ہوتے ہیں وہ ان پر لالچ، ظلم و زیادتی سے، طمغات و میڈل دے کر، عہدوں سے نواز کر، مخلوق میں پھوٹ ڈال کر اور آپس میں اُنکو لڑوا کر

اپنا نظریہ اور حکم ان پر تھوپتے ہیں، حضرت مولانا مفتی محمد شفیعؒ نے حکومتی تعاون کا جو فرمایا اس کا یہی مطلب ہے اور آپؒ اس جملہ سے یہی بتلانا چاہتے ہیں کہ آج بھی قرآن وسنت کا مخلصانہ مشورہ دینے والوں، دینی حمیت اور اُمّت کا اسلامی درد رکھنے والوں کی باتوں کا حکومتی سربراہوں پر کوئی اثر نہیں ہوتا! کیونکہ حکومتی فلسفہ کا مفاد اسی میں ہے کہ وہ ملکی اور عالمی سطح پر اپنے ایک دوسرے حکومتی ساجھہ داروں کا تعاون کریں چاہے دین اور قوم وملّت کا کچھ بھی نقصان کیوں نہ ہو جائے۔

مولانا علی میاںؒ لکھتے ہیں'' مامون کی دلچسپی سے سریانی، یونانی، اور فارسی سے یونانی فلسفہ کی بکثرت کتابیں خصوصاً ارسطو کی تصنیفات عربی میں منتقل ہوگئیں اور وہ تیز طبیعت اور خام عقلیت مسلمانوں پر بڑا اثر ڈال رہی تھیں'' (مزید آگے رقم طراز ہیں؛) ''چوتھی صدی (ہجری) کے آخر میں تمام عالمِ اسلام پر فلسفۂ یونان کا اثر پڑ رہا تھا، ہر ذہین ومتجسّس نوجوان اس کو شوق اور عزّت کی نگاہ سے دیکھتا تھا'' (آگے ایک جگہ مزید لکھتے ہیں؛) ''**فلسفہ، نبوّت کے بالکل متوازی چلتا ہے اور کہیں جاکر نہیں ملتا، وہ دین کے اصول وکّلیاّت اور اس کے بنیادی عقائد ومسائل سے متصادم ہے اس لئے جس قدر فلسفہ کی مقبولیت اور عظمت بڑھتی گئی، قدرتی طور پر دین کی وقعت اور انبیاء علیہم السّلام کی عظمت کم ہوتی گئی** اھ

خلاصہ؛۔ فلکیات وماہرین کی اس تاریخ سے دو باتیں کھل کر سامنے آئیں کہ (۱) یہ علوم نئے نہیں اور نہ صرف ماقبل خاتم الانبیا ﷺ بلکہ ماقبل مسیحؑ ودنیا میں آدمؑ کی آمد سے ہے۔ (۲) چاند وسورج گہن کے حسابات اور ان کے متعلق پیشگوئیوں کی تاریخیں بھی نئی نہیں بلکہ یہ بھی ماقبل مسیحؑ سے جاری ہیں (۳) طالس یا تھلیز جو 660 قم میں ہوا ہے، انسانی معلومات کے مطابق سب سے پہلے کواکب کی حرکت معلوم کرنے کے لئے اسی نے زیچ (تقویم) بنائی اور **خسوف کی** پیشین گوئیاں کی۔ ابرخس جو 140 قم میں ہوا اس نے اپنے زمانہ میں چھ سو سال مابعد تک کی خسوف (چاند گہن) کی تاریخوں کی زیچ لکھ کر چھوڑی۔ بطلیموس 140 قم میں آپؐ سے 431 برس پہلے ہوا، اس کے پاس 747 قبل مسیح سے لیکر بشمول اس کی موت کے مابعد زمانہ تا اھ کی ابتداء تک کے کل 887 برسوں کے بابلی نقشے وزائچے موجود تھے جس میں چاند اور سورج گہن کی پیش گوئیاں بھی موجود تھیں (۴) یہ سارا ذخیرہ آپ ﷺ کے زمانہ میں بھی موجود تھا جس سے عربوں کا مانوس ہونا نہ صرف مقامی یہود ونصاریٰ کے واسطہ سے تھا بلکہ ان کے پڑوسی رومی وفارسی ممالک کے علاقوں (مثلاً شام وعراق) کی طرف تجارتی اسفار سے بھی تھا جبکہ اس سے پہلے گذرا ہے کہ شام کے نسطوری فرقہ کے عیسائی ہیئات وفلکیات میں خاص مہارت رکھتے تھے جن پر عیسائی راہبوں نے بدعتی ہونے کا فتویٰ لگایا کر ظلم ستم کیا گیا تو یہ ترکِ وطن کر کے ایران کے شہر جندی صابور چلے گئے جہاں ساسانیوں نے ان کی آؤ بھگت کی اور بہت سی سہولتیں دینے کے ساتھ ساتھ انہیں وہاں رصدگاہ واکیڈمی (کالیج) بنانے کی بھی اجات دی، چونکہ انہیں بابلی ویونانی فلسفہ سے خاص دلچسپی تھی۔

جب اسلام کا ورود ہوا اور آپ ﷺ کو بعد میں مدینہ منوّرہ ہجرت کرنی پڑی تو سن ۲ ہجری میں رمضان کے روزے فرض ہوئے تو ابتدائے رمضان وانتہاء کا قاعدہ بتلاتے ہوئے آپ ﷺ نے صحابہ کرامؓ کو ۲۹ ویں قمری کی شام چاند دیکھنے کا حکم فرمایا مگر ساتھ ہی نیو مون تھیوری کے

فلکیاتی حساب وکتاب سے بھی منع فرمایا جس کی تفصیل پیچھے گذر چکی! یہاں تک کہ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں ایران ومصر فتح ہوئے تو فلکیات وہیئات کے حوالہ سے یہ دوواقعات بھی مدِنظر رہے؛

(۱) فارس کی فتح پر جب یونانی وفارسی کتب کا بہت بڑا ذخیرہ حضرت سعد ابن ابی وقاصؓ کے ہاتھ آیا تو آپ نے خلیفۃ المسلمین حضرت عمرؓ سے اس کے متعلق دریافت فرمایا کہ اس کا کیا کیا جائے؟ آیا مدینہ منورہ بھیج دیا جائے؟ تو جواباً خلیفہ ثانی نے لکھا کہ ہمارے پاس قرآن موجود ہے جو ہمارے لئے کافی ہے اس کی ضرورت نہیں اس ذخیرہ کو ختم کردیا جائے (۲) اسی طرح مصر کا اِسکندریہ اور اس کے کتب خانہ پر بھی قبضہ ہوچُکا تھا جہاں یونانی کتب کا بہت بڑا ذخیرہ بھی موجود تھا مگر نہ تو حضرت عمرؓ نے اس پر کوئی توجّہ دی اور نہ ہی یہاں کے اِن فلکیاتی ماہرین کو مدینہ میں جمع کیا تا کہ آپؓ مسلمانوں کی کم ازکم نماز روزوں کے اوقات کی تعیین کی ضرورت کا مسئلہ ہی حل فرماتے اور اُمت کی اُمیت ختم فرمادیتے! بلکہ اس کے برخلاف آپؓ کی طرف سے حضرت عمرو بن العاصؓ کے استفسار کے جواب پر فرمایا کہ ''ہمارے پاس اس سے زیادہ ہدایت والی کتاب قرآنِ عزیز موجود ہے! اسذخیرہ کو تباہ کردو کیونکہ اگر اس میں گمراہی ہے تو اس سے مسلمانوں کو نجات ہوگی'' اِس پر حضرت عمرواابن العاصؓ نے اس ذخیرہ کو مدینہ بھیجنے کے بجائے تلف کردیا، البتّہ اہلِ روم قسطنطنیہ والوں کا ذخیرہ بچ گیا جسے بعد میں مامون الرشید نے آپ ﷺ ،صحابہ کرام اور خلیفۂ دوم اور آپ کے فارس واسکندریہ کے نائبینؓ کی صراطِ مستقیم کی واضح مثال موجود ہونے کے باوجود رومی بادشاہ کو دھمکی دیکر بغداد منگوالیا تھا جس کی تیرہ سوسالہ نقلاً بنیاد پر آج کی دنیا میں مامون الرشید کے ہم مذہب ایک جانب اسلام دشمنوں کے نرغہ میں زندگی گذارنے پر مجبور ہیں تو دوسری جانب وارثین ونائبین پیغمبر اور نعوذ باللہ پیغمبر ﷺ وصحابہ کرام مع خلفائے راشدین دین خاص کر ثبوتِ ہلال واوقاتِ صلوٰۃ کے ضمن میں خود اپنوں ہی کی زبان وقلم سے مطعون ہیں انا للہ وانا الیہ راجعون ۔

یادرہے کہ اس سے پہلے **جندی صابور** کا ذکر گذرا ہے، یہ ایران کے صوبے **خوزستان** کا شہر ہے، یونانی میں اِسے Beth Lapat 'بیتھ لاپات' کہا جاتا تھا جو بدل کر ایرانی زبان میں ''**بیل آباذ**'' سے بدل گیا ہے۔ جندی صابور کو حضرت موسیٰ اشعریؓ نے ۶۳۸ء میں دیکھا بھی ہے۔ آپ ﷺ کے زمانہ کا مشہور طبیب **حارث بن قلدہ** (جو مدینہ آبسا تھا، یہ آپ ﷺ سے مریضوں کے نہ آنے کا شکوہ کربیٹھا جس کے جواب میں آپ ﷺ نے صحابہ کرامؓ کے ''پیٹ بھرنے سے پہلے کھانے سے ہاتھ کھینچ لینے'' کے اسلامی ادب کا ذکر فرمایا جس سے ان پر بیماری کے حملہ آور نہ ہونے کو بیان کرکے اسے قائل کردیا تھا! یہ طبیب) اِسی جندی صابور کالج کا فارغ التحصیل تھا، جب حضرت سعد بن ابی وقاصؓ بیمار ہوئے اور آپ ﷺ بیمار پرسی کو تشریف لائے تو اپنا ہاتھ حضرت سعدؓ کے سینہ پر رکھا تو آپ ﷺ نے دل (ہارٹ) پر دباؤ (اٹیک) ہونے کا کہہ کر فرمایا کہ سعد کو حارث بن قلدہ کے پاس لے جاؤ کیونکہ وہ ایک حاذق حکیم ہے ساتھ ہی آپ ﷺ نے علاج بھی تجویز کردیا کہ؛ حارث کو چاہیئے کہ وہ سعد کو مدینہ کی سات عدد کھجوریں کوٹ پیس کر کھلائے (ابوداؤد)

آپ ﷺ سائنس اوراسلام :۔

پیچھے ہیئات وفلکیات کی تاریخ، اسلام کی آمد اور علمائے دین کی طرف سے مخصوص دینی مسائل میں انہیں دخیل وشرط نہ بنانے کا قول وعمل پیغمبرِ اسلام ﷺ کے اس سے احتراز کی بنیاد پر مبنی گذرا جس پر صحابہ وخلفائے راشدین اور تابعین، تبع تابعین کا عمل مگر عباسی حکمرانوں کا اس

میں انہماک کی تفصیل گذری۔ اسلام کی آمد پر عبادات کو چھوڑ کر انسانی بہبود کی سائنسی تحقیقات پر عمل کرنے کا صاحبِ شرع خاتم الانبیا ﷺ نے انکار نہیں فرمایا بلکہ اس کی اجازت مرحمت فرمائی، اسلام نے سائنس سے انسانی بھلائی کے فوائد حاصل کرنے سے قطعاً منع نہیں کیا اور نہ ہی علمائے دین نے کبھی منع کیا، اگر ایسا ہوتا تو پچھلی صدیوں میں مسلمان ماہرین نے انسان کی دنیوی بہبود اور مفادات کے لئے جو کام کئے وہ ہرگز نہ ہوتے! افسوس صد افسوس! پچھلی تین صدیوں کے عیاّش سلاطین نے اس قیمتی سرمایہ کو پسِ پشت ڈالا اور آج یورپین طاقتیں علماء وسائنسدانوں کی انہی محنتوں کے بل بوطے پر انسان کی دنیوی بہبود کی ترقی سے مسلمانوں سمیت دنیا پر اپنی دھاک بٹھائے ہوئے ہیں، علمائے دین کے خلاف اَیسی باتیں دینی نصوص اس کے احکام میں تبدیلی کی سوچ رکھنے والے اور دین میں بِگاڑ پیدا کرنے والے ہی اپنے مذموم مقاصد کی تکمیل کے لئے علماء کی طرف منسوب کرتے ہیں تا کہ وہ اُن پر اس طرح دباؤ ڈال کر دین کو اپنی مرضیات کے تابع کرائے! دراصل دین کے دوست نما یہ وہ بدخواہ ہیں جو اپنے اندر پیغمبر ﷺ پر نازل شدہ وحی اور فرامینِ الٰہی کے برخلاف ''**عقل و فلسفیوں کی تقلید**'' کی سوچ اور ان سے گہری وابستگی رکھتے ہیں مگر بظاہر خود کو آپ ﷺ وصحابہؓ کی تقلید کا جھوٹا دعویٰ بھی کرتے ہیں! دین ونصوص کو ''عقل کے ترازو پر تولنے والے'' عوام کو اپنی طرف متوجہ کر کے دین میں بگاڑ کا مشن سرانجام دیتے ہیں جن سے مسلمانوں کو ہوشیار رہ کر بچنا چاہیئے جو اس طرح علماءئے دین کے خلاف بدگمانیاں پھیلاتے ہیں تا کہ ان کا اپنا شیطانی مِشن پورا ہو!

بہرحال اسلام نے انسان کو ''دینی احکامات ومعاملات'' چھوڑ کر اس کی دنیوی مصلحتوں کو اسی کے تابع رکھا ہے جس کی مثال انسان کی نہ صرف دینی بہبود بلکہ دنیوی بہبود دونوں کے لئے رحمۃ للعٰلمین بن کر آنے والے اللہ کے آخری پیغمبر ﷺ کے خود کے زندگی بھر کے اقوال واعمال ہیں، مثلاً:۔ پیچھے حضرت سعد بن وقاصؓ کے حوالہ سے آپ ﷺ کی طرف سے دل کے علاج کی تجویز گذری اور بھی کئی طبیّ ودیگر علاج ومشورے ہیں جن کا ذکر احادیث میں موجود ہے، اس کے علاوہ ''کھجور کے پودوں کے پھل آور ہونے کی سائنس کے جنہاح ﷺ الہ بھی احادثمیں موجود ہے، صحابہ کرامؓ اپنے مجرب اور ''مئوبّر'' طریقہ کے مطابق کھجور کے پودے نر مادہ مئوبّر طریقہ پر بور ہے تھے، آپ ﷺ نے ایسا کرنے سے منع کر دیا تو انہوں نے **اپنے مجرّب طریقہ کے برخلاف** انہیں کاشت کئے مگر اِس طریقہ سے بونے میں کھجور کے پھل نہ آئے! جب آپ ﷺ کو پتہ چلا تو آپ نے صحابہؓ کو انہیں اپنے تجربات پر بونے کا کہتے ہوئے **یہ فرمایا**:۔ ''**تم اپنی ''دنیوی ضروریات'' مجھ سے بہتر طور پر جانتے ہو**، جب میں اپنی رائے سے کوئی بات (دنیوی بہبود کے حوالہ سے) کہوں اور اس میں نقصان ہو تو یہ ایک انسانی چُک ہے کہ میں بھی انسان ہوں (لہٰذا تم اسی طرح کرو جیسا تمہارا تجربہ وتحقیق ہے، انسان جب اپنی سوچ وتحقیق کے مطابق کوئی کام کرتا ہے تو اس میں فائدہ بھی ہوتا ہے اور نقصان بھی) مگر یاد رہے کہ: جب میں کسی ''دینی کام'' کا حکم کروں تو اُس پر ضرور عمل کرو! **(چاہے یہ کام عقل، سائنس اور فلسفیوں کی سوچ وتحقیق کے خلاف ہی کیوں ہو!)**۔

انسانی دنیوی ضروریات میں سے کھجور کے درختوں کا پھل آور ہونا ''سائنسی'' حقیقت ہی تو تھا جس کا اقرار نہ صرف آپ ﷺ نے قولاً کیا بلکہ عملاً بھی اس کے مطابق کرنے کا حکم بھی دیا! یہی وجہ ہے کہ انسان کی دنیوی بہبود کے لئے سائنسی تحقیقات کی دین میں ممانعت نہیں مگر سائنسی تحقیق کی بنیاد پر دینی احکام میں سائنس کی مداخلت کا علمائے دین وفقہاء نے بھرپور رد کیا جیسے آپ ﷺ نے فرمایا اور آج

بھی کرر ہے ہیں (اور قیامت تک یہ سلسلہ چلتا رہے گا کہ اللہ نے خود دین کی حفاظت کا اعلان کیا ہے وانّا لہ لحفظون) مگر اس سے نادانوں اور خاص کر دین کے دشمنوں نے ''علمائے دین پر'' سائنس سے دشمنی کا الزام لگا دیا'' اور یہ بھی نہ دیکھا کہ اس طرح تو وہ علمائے دین کے بجائے خود شارع علیہ السلام خاتم الانبیاء ؐ پر ہی وار کرر ہے ہیں!

نعوذ باللہ اسلام دوست نما جاہلوں نے علمائے دن کو پاپائے روم اور عیسائی پادریوں سے مشابہ گردانا! کیا وہ اس طرح تجاہلِ عارفانہ کا مظاہرہ نہیں کرر ہے؟ اور خود اپنے ہی پاؤں پر کلہاڑی کا وار کرنے کے مصداق نہیں جبکہ وہ خود بھی تو تبلیغِ دین کی ٹوپی پہنے اس کی چادر اوڑھے ہوئے ہیں؟! کیا ان کے سامنے یہ کھلی حقیقت نہیں کہ مطلقاً علمائے دین سے بیزاری کی ہوائیں چلانے والوں کی غلط روش دین کے دشمنوں کے لئے کھلی تائید ہے؟ جو ایک طرف تو ہمارے اسلاف و پیچھے گزرے دینی علمائے حقّہ پر خیر القرون کے بعد کی مسلم حکومتوں کے مظالم میں شریک ہونے کا طعنہ والزام لگائے انہیں گالیاں دئے چلے جاتے ہیں اور دوسری طرف یہی دین بیزار مطلقاً علمائے دین کو'' پاپائیت'' کا طعنہ دینے کو کارِ ثواب سمجھے ہوئے ہیں! یہ کون ہیں اور ان کا مشن کیا ہے ہمارے ان بھائیوں نے گہری نظر کبھی سوچا؟!

کلام اللہ میں اپنے امیّ حبیب ﷺ کے معجزہ کے طور پر بار ہا ان آیات کا ذکر ہے جن سے نہ صرف ما قبل اسلام کے بلکہ مابعد کے نامی فلاسفرز کی علمیّت کی پستی واضح ہو چکی ہے (۵) اور آج کا فلسفی تجربات کی بنیاد پر چودہ سو سالہ کلام اللہ و قول رسول ﷺ کی حقاّنیت کو انسانی دنیوی ضروریات کے لئے مجرّب پاتا ہے بایں ہمہ نماز روزوں کے حوالہ سے مفروضاتِ فلکیات درجات و ڈگریوں کی عدمِ قطعیت کو قرآن وفرمانِ رسول ﷺ پر محقق بھی پا رہا ہے۔ **اللھم اھدنا الصراط المستقیم** صراط الّزین انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم ولا الضالّین (آمین) وما علینا الاّ البلاغ المبین

مولوی یعقوب احمد مفتاحی